

تحقیق مخطوطات کا بہترین منہج

ترجمہ: ”المنہج الأمثل لتحقيق المخطوطات“

مولانا محمد یاسر عبداللہ

”ڈاکٹر حاتم صالح ضامن ماضی قریب میں عالم اسلام کے معروف محقق و مصنف، علوم قرآن و فرائد سے وابستگی رکھنے والے لائق و فائق اسکالر گزرے ہیں۔ ۱۹۳۸ء میں بغداد میں آنکھ کھولنے والے شیخ حاتم ابتدائی متوسط تعلیم حاصل کرنے کے بعد بغداد یونیورسٹی میں داخل ہوئے، وہیں تعلیمی سلسلے جاری رکھتے ہوئے ۱۹۷۳ء میں ماسٹر اور ۱۹۷۷ء میں لغت کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ اس اثناء میں ۹ سال تدریسی میدان سے بھی منسلک رہے۔ ۱۹۸۰ء میں بحیثیت استاذ بغداد یونیورسٹی سے منسلک ہوئے، ترقی کرتے کرتے ”قسم اللغة العربية“ کے ڈین/شرف کے کلیدی عہدے تک جا پہنچے، ۱۹۹۰ء میں یونیورسٹی سے ریٹائرڈ ہو گئے، لیکن علمی مشاغل جاری رہے اور کئی علمی و تحقیقی اداروں کی رکنیت انہیں تادم واپس حاصل رہی۔ دینی کے ”مرکز جمعة الماحد للثقافة والتراث“ کے بانی و مہمانی شیخ محمد الماحد نے ان کی شہرت سن رکھی تھی، موقع پا کر اپنے ادارے میں آنے کی دعوت دی تو شیخ بھی چلے آئے اور ۲۰۰۵ء تک مرکز اور اس سے ملحق ادارے ”کلیة الدراسات العربية الإسلامية“ سے وابستہ رہے۔ ۱۳ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۳ فروری ۲۰۱۳ء کی شام کو سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔ علمی تر کے میں لگ بھگ ڈیڑھ سو کتب کی تحقیق و تالیف، سینکڑوں علمی مضامین و مقالات اور اشراف میں تیار کروائے ہوئے دسیوں مقالات چھوڑے، جو علمی میدان میں ان کی شناخت و بقا کا باعث اور یادگار کی حیثیت رکھتے ہیں۔

تحقیق، شیخ حاتم صالح کا امتیازی وصف تھا، شیخ نے اس فن کو اپنی کاوشوں سے معیاری اسلوب فراہم کیا ہے، جس نے اس میدان میں عراقی محققین کو ممتاز مقام عطا کیا ہے۔ شیخ نے اس اسلوب پر محققین کی ایک پوری جماعت تیار کی ہے۔ ”المنہج الأمثل لتحقيق المخطوطات“ کے نام سے اس مقالے میں اختصار کے ساتھ شیخ نے اپنے منہج تحقیق کی وضاحت کی ہے، جس سے ان کے اسلوب کے امتیازات و خصوصیات

سامنے آتی ہیں۔ تحقیق وتالیف سے وابستہ اُردو دان طبقے کے افادہ کے لیے اس مقالے کو اردو قالب میں ڈھال کر پیش کیا جا رہا ہے۔“

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على أشرف خلقه النبي العربي الأمين، وبعد
مخطوطات امت کے علمی تر کے کا جزء اور اس کے تہذیبی وقومی وجود کی اہم دستاویزات ہیں، یہی وجہ ہے
کہ امت نے مخطوطات کی حفاظت کا اہتمام کیا اور اس سلسلے میں گونا گوں راہیں نکالی ہیں۔ علمی میراث پر ایمان
اور باوقار علمی روح کے ساتھ اس کے احیاء و تحلیل کی کوشش امت پر ایمان کا ایک مظہر ہے، جو امت کے ارادہ و عزم
اور اپنے وجود کی قوت پر یقین کی دلیل ہے، اور اعتماد، وحدت، انقلاب اور تعمیر کا محرک ہے، بشرطیکہ اس کا استعمال اور
تحقیق کسی باریک بین نگاہ کی زیر نگرانی اور موضوعی منہج کے تحت ہو۔

تحقیق مخطوطات کے پہلو سے ہم آج جن مسائل کا سامنا کر رہے ہیں، ہمارے قدیم علماء ان میں بہت
سے مسائل کا حل پیش کر چکے ہیں، مثلاً:

نسخوں کا تقابل، اغلاط کی اصلاح، حذف و سقط اور زیادتی و اضافے کا حل، ایک جیسے حروف کو ممتاز کرنا،
حواشی لکھنا، علاماتِ ترقیم اور رموز و اختصارات، مصادر و مآخذ کا ذکر وغیرہ۔ اور اس سلسلے میں ان کی کئی کتابیں ہیں،
زمانی ترتیب کے مطابق ان میں سے چند کتب درج ذیل ہیں:

۱:....”المحدث الفاصل بين الراوى والواعى“: حسن بن عبد الرحمن بن خلاد امير مزي” (م: ۳۶۰ھ)

۲:....”تقييد العلم“: احمد بن علي خطيب بغدادی” (م: ۴۶۳ھ)

۳:....”الجامع لأخلاق الراوى وآداب السامع“: خطيب بغدادی

۴:....”الكفاية في علم الرواية“: خطيب بغدادی

۵:....”الإلماع إلى معرفة أصول الرواية وتقييد السماع“: قاضي عياض بن موسى مخصی” (م: ۵۴۴ھ)

۶:....”معرفة أنواع علوم الحديث“: ابن صلاح عثمان بن عبد الرحمن” (م: ۶۴۳ھ)

۷:....”الاقتراح في بيان الاصطلاح“: ابن دقيق العيد” (م: ۷۰۳ھ)

۸:....”تذكرة السامع والمتكلم في أدب العالم والمتعلم“: بدر الدين بن جماعة” (م: ۷۳۳ھ)

۹:....”منية المرید في آداب المفید والمستفید“: زين الدين العالی” (م: ۹۶۵ھ)

۱۰:....”الدر النضيد في أدب المفید والمستفید“: بدر الدين غزنی” (م: ۹۸۴ھ)

۱۱:....”المعید في أدب المفید والمستفید“: عبد الباسط بن موسى علوی” (م: ۹۸۱ھ) یہ غزنی کی سابقہ کتاب کا اختصار ہے۔

۱۲: "...قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحديث" محمد جمال الدین قاسمی (م: ۱۳۳۲ھ)

۱۳: "...توجیه النظر إلى أصول الأثر" طاہر جزائری (م: ۱۳۳۸ھ)

(واضح رہے کہ مذکورہ کتب اصلاً تحقیق مخطوطات سے متعلق نہیں، بلکہ علوم حدیث کے مختلف پہلوؤں اور

آداب علم سے بحث کرتی ہیں، البتہ ضمناً ان میں تحقیق کے متعلقہ مباحث بھی آگئے ہیں [از مترجم])

متاخرین کا دور آیا تو انہوں نے تحقیق مخطوطات کے قواعد کے متعلق کتابوں کا ایک معتد بہ مجموعہ ترتیب دیا۔ مستشرقین کو ہمارے علمی تر کے کی نشر و اشاعت میں سبقت حاصل ہے، انہوں نے (اپنے تئیں) تحقیق مخطوطات کا منج ترتیب دے کر اسی کے مطابق کام کیا ہے۔ عربوں نے بھی تحقیق نصوص کا آغاز کیا تو بہت سی نفیس کتابیں منظر عام پر آئیں۔ نیز یونیورسٹیوں کی جانب سے اعلیٰ ڈگریوں کے حصول کے لیے تحقیق تراث کا ذرا ہونے کے بعد تو یہ رجحان زیادہ مضبوط ہوا ہے۔ بغداد یونیورسٹی کے "کلیۃ الآداب" میں ماسٹر اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے "تحقیق نصوص" کا موضوع داخل نصاب کرنے کا شرف مجھے حاصل ہے، جو نظری اور عملی دونوں پہلوؤں سے پڑھایا جا رہا ہے، اور کوئی فساد قلب کا مالک ہی اس رجحان کے سامنے روک لگانے کی کوشش کر سکتا ہے۔ الحمد للہ! ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں۔

عراقی محققین کے اسلوب تحقیق کی خصوصیات

گزشتہ ربع صدی سے متقدمین اور متاخرین علماء کے مناج سے واقفیت کی روشنی میں، میں کہہ سکتا ہوں کہ دیگر ممالک کی بنسبت ہماری تحقیقات منفرد خصوصیات کی حامل ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱:- تخریج کے مصادر و اخذ میں زمانی تسلسل کی رعایت

اس لیے کہ متقدمین کو فضیلت حاصل ہے اور متاخرین بھی اخبار میں انہیں پر اعتماد کرتے ہیں۔

ایک معروف محقق کی کتاب نظر سے گزری، جس میں ایک شعر کی یوں تخریج کی گئی تھی:

"خزانة الأدب، الأغاني، طبقات فحول الشعراء۔"

محقق موصوف نے زمانی ترتیب کی رعایت نہیں رکھی تھی، انہیں یوں تخریج کرنی چاہیے تھی:

"طبقات فحول الشعراء، الأغاني، خزانة الأدب۔"

(زمانی تسلسل کا لحاظ اس بنا پر ضروری ہے) کہ ابن سلام کی وفات ۲۳۲ھ میں، ابو الفرج اصفہانی کی

۳۶۲ھ میں اور عبدالقادر بغدادی کا وصال ۱۰۹۳ھ میں ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اپنی تحقیقات میں مصادر کا

ذکر کرتے ہوئے ہر مصنف کے سن وفات کا بالترام تذکرہ کیا ہے اور اپنے طلبہ پر بھی اُسے لازم قرار دیا ہے۔

۲:- اشعار وارجاز کی تخریج میں محقق مطبوعہ دواوین یا مجموعوں پر اکتفا اور اختلاف روایت کی صورت میں اس کی طرف اشارہ

واضح بات ہے کہ ان تمام مصادر کا ذکر کرنے کی چنداں ضرورت ہی نہیں جن میں وہ شعر آیا ہے، وہ تو بہت زیادہ ہوتے ہیں اور ان کا احاطہ بھی ناممکن ہے۔

ہمارے بہت سے محقق بھائیوں نے اس نکتے سے اختلاف کیا ہے، لیکن ہم نے اسی انداز کا التزام کیا ہے اور ہم اس سے ہرگز پیچھے نہ ہٹیں گے۔ ہمارے شیخ معتمد محقق محمود محمد شاہ کبکینید (م: ۱۴۱۸ھ - ۱۹۹۷ء) نے ایک نجی خط میں اس منہج کو پسندیدہ قرار دیتے ہوئے ان لوگوں کو ”جاہل محققین“ سے موصوف کیا ہے جو (بلا سبب) زیادہ تخریج کرتے ہیں۔ انہوں نے ایک چھوٹے سے رسالے میں مذکور ایک شعر کی طرف اشارہ بھی کیا، جہاں محقق نے ستر کتابوں سے شعر کی تخریج کر ڈالی تھی، حالانکہ شیخ نے لکھا ہے کہ: ”والبيت في ديوانه“ وہ شعر خود شاعر کے دیوان میں موجود ہے۔ اس کتاب اور محقق کا نام ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کہ ہمارا مقصود یہ نہیں ہے۔

۳:- تراجم کے لیے قدیم اور مخصوص مصادر کی جانب رجوع

بعض لوگ محض خیر الدین زکریا (م: ۱۹۷۶ء) کی ”الأعلام“ یا عمر رضا کمالہ (م: ۱۴۰۸ھ) کی ”معجم المؤلفين“ کی طرف اشارے پر اکتفا کر لیتے ہیں، سہولت پسند محققین کا یہی منہج ہے۔ ایک اور قسم کے محققین ال ٹپ کبھی ”الأعلام“ کی طرف اشارہ کرتے ہیں تو کبھی ”كشف الظنون“ کی جانب، کبھی ”میزان الاعتدال“ کا ذکر کرتے ہیں تو کبھی ”خزانة الأدب“ کا، یہ انداز درست نہیں۔

ہمارا منہج جو ہمارے خیال میں منفرد منہج ہے، درج ذیل ہے:

تراجم صحابہ کے لیے ان کتابوں کی مراجعت جو مستقل طور پر ان کے تراجم کے لیے لکھی گئی ہیں، مثلاً:

۱:.... ”معجم الصحابة“: ابن قاي (م: ۳۵۱ھ)

۲:.... ”معرفة الصحابة“: ابو نعیم اصفہانی (م: ۴۳۰ھ)

۳:.... ”الاستيعاب“: ابن عبد البر (م: ۴۶۳ھ)

۴:.... ”أسد الغابة“: ابن اثیر (م: ۶۳۰ھ)

۵:.... ”الإصابة“: ابن حجر (م: ۸۵۲ھ)

مفسرین کے حالات کے لیے ان کے تراجم کے ساتھ خاص کتب کی طرف رجوع، مثلاً:

۱:.... ”طبقات المفسرين“: سیوطی (م: ۹۱۱ھ)

۲:....”طبقات المفسرين“: داؤدی (م: ۹۴۵ھ)

۳:....”طبقات المفسرين“: (ادنیٰ)

محدثین اور راویان حدیث کے تراجم کے لیے ان کے حالات کے ساتھ خاص کتب کی مراجعت، جو الحمد للہ بہت ہیں، بطور مثال بلا حصر ملاحظہ فرمائیے:

۱:....”التاریخ الكبير“: امام بخاری (م: ۲۵۶ھ)

۲:....”تهذيب الكمال“: مزنی (م: ۷۴۲ھ)

۳:....”تهذيب التهذيب“: ابن حجر عسقلانی (م: ۸۵۴ھ)

محدثین میں سے ضعفا کے لیے کتب ضعفا کی جانب رجوع، مثلاً:

۱:....”كتاب الضعفاء“: بخاری (م: ۲۵۶ھ)

۲:....”كتاب الضعفاء“: نسائی (م: ۳۰۳ھ)

۳:....”كتاب الضعفاء“: دارقطنی (م: ۳۸۵ھ)

۴:....”كتاب الضعفاء“: ذہبی (م: ۷۴۸ھ)

اسی طرح مجروح راویوں سے متعلق کتابیں، جیسے: ”المجروحین“ ابن حبان (م: ۳۵۴ھ) وغیرہ۔ مذہب اربعہ کے فقہاء کے حالات کے لیے شافعیہ، حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے طبقات کے ساتھ خاص کتب کی مراجعت، جو بحمد اللہ بہت سی ہیں۔

شیعہ علماء و رجال کے لیے ان کے ساتھ خاص کتابوں کی طرف رجوع، جیسے کشی (م: ۳۴۰ھ)، نجاشی (م: ۴۵۰ھ) اور طوسی (م: ۴۶۰ھ) کی شیعہ رجال کے متعلق کتابیں، اور ”روضات الجنات“ خوانساری (م: ۱۳۱۳ھ) قراء کے تراجم کے لیے ان کے متعلق کتب کی مراجعت، مثلاً:

۱:....”معرفة القراء الكبار“: ذہبی (م: ۷۴۸ھ)

۲:....”غاية النهاية في طبقات القراء“: ابن جزری (م: ۸۳۳ھ) جو اس باب میں سب سے وسیع

ترکتاب ہے اور بہت سے قراء کے تراجم میں منفرد ہے۔

اہل تصوف کے حالات کے لیے طبقات الصوفیہ سے متعلق کتابوں کی طرف رجوع، جیسے:

۱:....”طبقات الصوفية“: سلیمی (م: ۴۱۲ھ)

۲:....”طبقات الصوفية“: ابن ملقن (م: ۸۰۴ھ)

- ۳:....”لوائح الأنوار فى طبقات الأخيار“: شعرائی (م: ۹۷۳ھ)
- نحویوں اور لغویوں کے تراجم کے لیے ان کے حالات کے ساتھ خاص کتب کی مراجعت، جیسے:
- ۱:....”مراتب النحویین“: ابوطیب لغوی (م: ۳۵۱ھ)
- ۲:....”أخبار النحویین البصریین“: سیرائی (م: ۳۶۸ھ)
- ۳:....”طبقات النحویین واللغویین“: ابوبکر زبیدی (م: ۳۷۹ھ)
- ۴:....”انباء الرواة على أنباء النحاة“: قفطی (م: ۶۳۶ھ)
- ۵:....”بغية الوعاة فى طبقات اللغویین والنحاة“: سیوطی (م: ۹۱۱ھ)
- شعراء کے تراجم کے لیے ان کے حالات پر لکھی گئی کتب کی جانب رجوع، جیسے:
- ۱:....”طبقات فحول الشعراء“: ابن سلّام (م: ۲۳۱ھ)
- ۲:....”طبقات الشعراء المحدثین“: ابن معز (م: ۲۹۶ھ)
- ۳:....”المؤتلف والمختلف“: آدمی (م: ۳۷۰ھ)
- ۴:....”معجم الشعراء“: مرزبانی (م: ۳۸۳ھ)
- ۵:....”الأغانى“: ابوالفرج اصفہانی (م بعد: ۳۶۰ھ)
- نسب، کنیت اور لقب کی تحقیق کے لیے سب انساب و کُنّی والقباب کی مراجعت، مثلاً:
- ۱:....”المؤتلف والمختلف“: ابن حبیب (م: ۲۳۵ھ)
- ۲:....”الکنى والاسماء“: دؤلابی (م: ۳۱۰ھ)
- ۳:....”جمهرة أنساب العرب“: ابن حزم (م: ۴۵۴ھ)
- ۴:....”الإكمال“: ابن ماکولا (م: ۴۸۶ھ)
- ۵:....”الأنساب“: سمعانی (م: ۵۶۲ھ) وغیرہ۔

۴:- زیر تحقیق کتاب میں کسی مقام کے ضبط یا معنی کے سمجھنے کے لیے اس پہلو سے خاص کتب کی طرف رجوع چنانچہ کسی مشکل کلمہ کے معنی کے لیے معاجم عربیہ کی جانب مراجعت، جو بھلا اللہ بہت ہیں اور ہر طالب علم پر ان کے مناج کی پہچان لازم ہے، ان میں سے بعض خلیل بن احمد (م: ۱۷۵ھ) کی ”العين“ کی ترتیب کے مطابق ہیں، بعض جوہری (م: ۳۹۳ھ) کی ”المصباح“ کے منج کے موافق ہیں، بعض زبخری (م: ۵۳۸ھ) کی ”اساس البلاغة“ کے طرز پر ہیں اور بعض منفر و انداز کی حامل ہیں، جیسے: ابن دُرید (م: ۳۲۱ھ) کی ”جمهرة“

اللغة“، ابن فارس (م: ۳۹۵ھ) کی ”المجمل“ اور ”مقائیس اللغة“۔

قراءات کی معرفت کے لیے کتب قراءات کی مراجعت

محقق کے لیے لازم ہے کہ وہ قراءات سبعہ، قراءات عشرہ اور قراءات اربع عشرہ سے واقف ہو، اور اسے شاذ قراءتوں کی معرفت بھی حاصل ہو، تاکہ قراءات کے ساتھ خاص کتب کی طرف رجوع کر سکے، جیسے:

۱:۔۔۔ ”شواذ القراءات“: ابن خالویہ (م: ۳۷۰ھ)

۲:۔۔۔ ”المحتسب“: ابن جنی (م: ۳۹۲ھ)

۳:۔۔۔ ”شواذ القراءات“: کرمانی (م بعد ۵۶۳ھ)

۴:۔۔۔ ”إعراب القراءات الشواذ“: علمری (م: ۶۱۶ھ)

قرآن کریم کے کسی کلمہ کی وجہ کی پہچان کے لیے ”کسب الوجوه والنظائر فی القرآن الکریم“ کی جانب رجوع کیا جائے، مثلاً: مقاتل بن سلیمان اور ہارون بن موسیٰ قاری (م ق: ۷۰ھ) کی کتابیں، یحییٰ بن سلام (م: ۲۰۰ھ) کی ”التصاریف“، اور ابن جوزی (م: ۵۹۷ھ) کی کتاب۔

قرآن کریم کے مشکل الفاظ کی معرفت کے لیے ”کتب غریب القرآن“ کی مراجعت کی جائے، مثلاً: یزیدی (م: ۲۳۷ھ)، ابن قتیہ (م: ۲۷۶ھ)، ابن عزیر جستانی (م: ۳۳۰ھ) اور راغب اصفہانی (م: ۴۵۰ھ) کی کتب۔
قرآن کے کسی کلمہ کے اعراب کے لیے ”کتب اعراب القرآن“ کی جانب رجوع کیا جائے، جیسے: نحاس (م: ۳۳۸ھ)، ابن خالویہ (م: ۳۷۰ھ)، بکی قتیسی (م: ۴۳۷ھ)، علمری (م: ۶۱۶ھ)، متجب ہمدانی (م: ۶۴۳ھ) اور سمین حلبی (م: ۷۵۶ھ) کی کتابیں۔

حدیث کی معرفت کے لیے کتب حدیث کی مراجعت کی جائے، مثلاً: سب سے پہلے ”صحیح البخاری“ (م: ۲۵۶ھ)، پھر ”صحیح مسلم“ (م: ۲۵۱ھ)، پھر امام ابن ماجہ (م: ۲۷۵ھ)، امام ابو داؤد (م: ۲۷۵ھ)، امام ترمذی (م: ۲۷۹ھ) اور امام نسائی (م: ۳۰۳ھ) کی ”کسب السنن“، اور دیگر کتب حدیث: ”موطأ امام مالک“ (م: ۷۹ھ) اور ”مسند أحمد بن حنبل“ (م: ۲۴۱ھ) وغیرہ۔
البتہ موضوع احادیث کے لیے جداگانہ مستقل کتابیں ہیں، مثلاً:

۱:۔۔۔ ”الموضوعات“: ابن جوزی (م: ۵۹۷ھ)؛ ۲:۔۔۔ ”اللالی المصنوعة فی الأحادیث

الموضوعة“: سیوطی (م: ۹۱۱ھ)؛ ۳:۔۔۔ ”الفوائد المجموعة فی الأحادیث الموضوعة“: شوکانی (م:

۱۲۵۰ھ)

احادیث و آثار کے کسی غریب کلمہ کی تحقیق کے لیے ”کتب غریب الحدیث“ کی طرف رجوع کیا جائے، جیسے: البوعبید (م: ۲۲۲ھ)، ابن قتیہ (م: ۲۷۶ھ)، حربی (م: ۲۸۵ھ) اور خطابی (م: ۳۸۸ھ) کی کتابیں، زنجیری (م: ۵۳۸ھ) کی ”الفاائق“ اور ابن اثیر (م: ۶۰۶ھ) کی ”النهاية في غريب الحديث والأثر“۔

نباتات کے متعلق کسی کلمے کی معرفت کے لیے کتب نباتات کو دیکھا جائے، مثلاً: اصمعی (م: ۲۱۶ھ) اور ابن قتیہ (م: ۲۸۲ھ) کی کتابیں۔

اضداد میں سے کسی کلمہ کی پہچان کے لیے کتب اُضداد کی مراجعت کی جائے جو دس کے قریب ہیں اور ان میں قدیم تر قطرب (م: ۲۱۰ھ) کی کتاب ہے۔

مشترک لفظی کلمات کی تحقیق کے لیے اس باب کی کتب دیکھی جائیں، جیسے: ”ما اتفق لفظه واختلف معناه“ کے نام سے یزیدی (م: ۲۲۵ھ)، ابو عیسیٰ (م: ۲۴۰ھ) اور ابن حجر (م: ۵۴۲ھ) کی کتابیں۔

مترادف الفاظ کی تحقیق کے لیے اس قبیل کی کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے، جیسے: ”ما اختلفت ألفاظه واتفقت معانيه“ کے نام سے اصمعی (م: ۲۱۶ھ)، ابن رسیک (م: ۲۳۴ھ)، ہمدانی (م: ۳۲۰ھ)، قداسہ بن جعفر (م: ۳۳۷ھ) اور زبائی (م: ۳۸۴ھ) کی کتابیں۔

کلمات ضاد یا طائیفہ کی معرفت کے لیے اس باب کی کتب کی مراجعت کی جائے، جو الحمد للہ بہت ہیں، ”کتب الضاد والطاء“ کے سلسلے کی تیرہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

مذکر اور مؤنث کلمات کی پہچان کے لیے اس باب کی کتابیں دیکھی جائیں، ان میں سے تقریباً دس کتابیں چھپ چکی ہیں، جن میں سے قدیم تر فراء (م: ۲۰۷ھ) کی کتاب ہے۔

مقصود و مراد الفاظ کی تحقیق کے لیے اس قبیل کی کتب کی طرف رجوع کیا جائے، جو ابن درید (م: ۳۲۱ھ) اور ابن مالک (م: ۶۷۲ھ) کے منظومات کے علاوہ بھی انہیں ہیں۔

مشبہ لغوی کلموں کی معرفت کے لیے اس بارے میں لکھی گئی کتابیں دیکھی جائیں، جو منظومات کے علاوہ سات ہیں، قدیم تر کتاب قطرب (م: ۲۱۰ھ) کی ہے۔

ثنی کلمے کی پہچان کے لیے اس موضوع کی دو مطبوعہ کتابوں کی مراجعت کی جائے: ”المشتبی“ ابو طیب لغوی (م: ۳۵۱ھ) اور ”جنی الجنین فی تمییز المشتبین“ محبی (م: ۱۱۱۱ھ)۔

ایسے کلمات جن میں عوام غلطی کر جاتے ہیں، ان کی تحقیق کے لیے ”لحن العامة“، یعنی لغوی تصحیحات پر لکھی گئی کتب کی جانب رجوع کیا جائے، جن میں سے قدیم تر کسائی (م: ۱۸۹ھ) کی کتاب ہے، اور کل نو کتب طبع ہو چکی ہیں۔

مصنف و محرف کلمہ کی تحقیق کے لیے کتب تصحیف و تحریف دیکھی جائیں، مثلاً: ”التنبیہ علی حدود التصحیف“ حمزہ اصہبانی (م: ۳۶۰ھ)؛ ”التنبیہ علی اغالیط الرواة“ علی بن حمزہ بصری (م: ۳۷۵ھ) اور ”شرح مایقع فیہ التصحیف والتحریف“ ابو احمد عسکری (م: ۳۸۲ھ)۔

معرب کلمے کی پہچان کے لیے اس باب کی کتب کی مراجعت کی جائے، جیسے: ”المعرب“ جولیقی (م: ۵۴۰ھ)، ”شفاء الغلیل فیما فی کلام العرب من الدخیل“ شہاب الدین خفاجی (م: ۱۰۶۹ھ) اور ”قصد السبیل فیما فی العربیۃ من الدخیل“ محبی (م: ۱۱۱۱ھ)۔

انسان کی خلقت سے متعلق کسی بات کی معرفت کے لیے اس نوع کی کتابیں دیکھی جائیں، مثلاً: اصمعی (م: ۲۱۶ھ)، زجاج (م: ۳۱۱ھ)، ثابت بن ابی ثابت اور اسکانی (م: ۴۲۰ھ) کی کتب۔

ازمنہ اور انواع کی پہچان کے لیے اس باب کی کتب کی طرف رجوع کیا جائے، جیسے: فراء (م: ۲۰۷ھ)، قطرب (م: بعد ۲۱۰ھ)، ابن قتیبہ (م: ۲۷۶ھ)، مرزوقی (م: ۴۳۲۱ھ) اور ابن اجدابی (م قبل ۴۷۰ھ) کی کتابیں۔

کسی جگہ کی تعیین یا کسی شہر کے نام کی تحقیق کے لیے درج ذیل کتابیں دیکھی جائیں: ”معجم ما استعجم“ بکری (م: ۴۸۷ھ)، ”الاماکن“ حازمی (م: ۵۸۴ھ)، ”معجم البلدان“ یاقوت (م: ۶۲۶ھ) اور ”الروض المعطار“ حمیری (م: ۷۷۷ھ)۔

کسی ضرب المثل کی معرفت کے لیے کتب امثال کی طرف رجوع کیا جائے، میری معلومات کے مطابق اس موضوع پر سترہ کتابیں ہیں، قدیم تر کتاب مفضل ضمی (م قبل ۱۷۸ھ) کی ہے۔

کسی نحوی مسئلے کی تحقیق کے لیے کتب نحوی مراجعت کی جائے، جو الحمد للہ بہت ہیں۔

نحو کے کسی اختلافی مسئلے کے لیے اس موضوع میں تالیف کی گئی کتب دیکھی جائیں، جیسے: ”الانصاف فی مسائل

الخلاف“ ابو برکات انباری (م: ۵۷۷ھ)، ”التبیین عن مذاهب النحویین البصریین والکوفیین“ عکبری (م: ۶۱۶ھ) اور ”انتلاف البصرة فی اختلاف نحاة الکوفة والبصرة“ شرجی زبیدی (م: ۸۰۴ھ)۔

فنون بلاغت میں سے کسی فن کی معرفت کے لیے کتب بلاغت کی جانب رجوع کیا جائے، جو بحمد اللہ بہت ہیں۔

اسلامی فرقوں میں سے کسی فرقے کی پہچان کے لیے اس موضوع پر لکھی گئی کتابوں کی مراجعت کی جائے، مثلاً:

”الفرق بین الفرق“ عبدالقادر بغدادی (م: ۴۲۹ھ)، ”الفصل فی الملل والأهواء والنحل“ ابن حزم اندلسی (م: ۴۵۶ھ) اور ”الملل والنحل“ شہرستانی (م: ۵۴۸ھ)۔

۵:- اقوال کی تخریج ان کے قائلین کی کتابوں سے ہو اگر وہ مطبوع ہوں، اور اگر وہ کتب ہم تک نہ پہنچی ہوں تو دیگر

مصادر سے ان کی توثیق

اقوال اور نصوص کی ان کے قائلین کی کتب سے تخریج کو اہمیت دینے سے محقق کو عبارت کی توثیق اور ضبط میں مدد ملتی ہے، بطور مثال میں کہتا ہوں:

نيسان (جولائی) ۱۹۷۳ء میں میں نے دس نسخوں کو سامنے رکھ کر مکی بن ابوطالب (م: ۴۳۷ھ) کی کتاب ”مشکل اعراب القرآن“ کی تحقیق مکمل کی، اس کتاب میں خلیل (م: ۱۷۵ھ)، سیبویہ (م: ۱۸۰ھ)، فراء (م: ۲۰۷ھ) اور مبرد (م: ۲۸۵ھ) کی کتب سے عبارات منقول ہیں، میں نے ان سب عبارتوں کی تخریج کی، حالانکہ سیبویہ کی کتاب سے ان کے اور خلیل کے اقوال کی تخریج میں مجھے بہت مشقت جھیلنی پڑی، اس لیے کہ شیخ غصیہ کی فہرست ۱۹۷۵ء میں چھپی ہے، اسی طرح سیبویہ کی ”الکتاب“ پر عبد السلام ہارون (م: ۴۰۸ھ) کی فہرست بھی ۱۹۷۷ء میں طبع ہوئی ہے۔ ان نقول کے تقابلیں کے دوران مکی کی کتاب میں کافی اضطراب ملا، وہ کبھی خلیل کے قول کو سیبویہ کی طرف اور کبھی سیبویہ کے قول کو خلیل کی جانب منسوب کر دیتے ہیں۔ میں نے تحقیق کے دوران حواشی میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔ ڈیڑھ سال بعد دمشق سے ”مشکل اعراب القرآن“ چھپ کر سامنے آئی، کسی محقق نے اس کی اشاعت میں جلد بازی سے کام لیا تھا، چنانچہ موصوف نے سیبویہ اور خلیل کے چھیالیس اقوال کو یونہی (بلا تحقیق) چھوڑ دیا، حالانکہ وہ سیبویہ کی کتاب میں موجود ہیں، بنا بریں اضطراب یونہی بلا اشارہ قائم رہا، اس لیے کہ خود محقق کو اس کا ادراک ہی نہ تھا۔ علمی تحقیق میں یہ چیز خلل کا باعث بنتی ہے۔ اسی طرح محقق نے مبرد کے ایسے چودہ اقوال کو بھی بلا تخریج چھوڑ دیا تھا جو ان کی کتاب ”المقتضب“ میں موجود ہیں، اسی طرح فراء کے چار اقوال کی تخریج بھی نہیں کی تھی حالانکہ وہ ان کی کتاب ”معانی القرآن“ میں مذکور ہیں۔ ایک با اعتماد محقق جو اپنا کام عمدگی سے پایہ تکمیل تک پہنچانا چاہتا ہو، اس کے لیے اقوال کی تخریج میں صبر سے کام لینا نہایت ضروری ہے۔

۶:- حواشی کو بوجھل نہ کرنا اور عبارت کو درست صورت میں ضبط کر کے سامنے لانا

اپنے سے پہلی نسل کی تحقیقات سے واقفیت ہوئی تو عجیب و غریب چیزیں دکھائی دیں۔ ایک طرف حضرت ابو بکرؓ کے حالات دو صفحوں میں ہیں اور حضرت عمرؓ کے تین صفحوں میں، مزید اسی پر قیاس کر لیجئے، اور ادھر کچھ شعراء کے حالات کئی صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں، جن میں محقق شاعر کی شخصیت، اس کے اشعار کے فنون اور مثالوں سے بحث کر رہا ہے۔ نیز موجودہ مطبوعہ کتب کے حواشی میں ایسی بہت سی عبارات ہیں جو دیگر طبع شدہ کتابوں سے نقل کی گئی ہیں، یہ بلا ضرورت حواشی کو بوجھل بنانا ہے۔ تحقیق، کتاب کی شرح کا نام نہیں، بلکہ ہمیں اختصار کے ساتھ توثیق و تخریج، صحیح شکل میں عبارت کے ضبط، اور مؤلف کے مطابق سالم صورت میں نص کو سامنے لانے کی

ضرورت ہے، ساتھ ساتھ محض التباس کا احتمال رکھنے والے الفاظ کی شرح ہو۔

۷:- تخریج اور حوالہ جات میں علمی تحقیق کے ساتھ طبع شدہ کتب پر اعتماد اور دیگر طبعات سے بے اعتنائی

بے شمار کتابیں بلا تحقیق چھاپ دی جاتی ہیں اور ان میں بہت سی تصحیفات اور تحریفات رہ جاتی ہیں، لیکن جب وہی کتابیں علمی تحقیق کے ساتھ طبع ہو جائیں تو پھر (دورانِ تحقیق و تخریج) انہی پر اعتماد ضروری ہے اور محقق کے لیے تحقیق شدہ ایڈیشنوں کے حاصل نہ ہونے کا بہانہ کوئی دلیل نہیں، لہذا شیخ محمود محمد شاہ رحمہ اللہ (م: ۱۴۱۸ھ - ۱۹۹۷ء) کی تحقیق کے ساتھ عبدالقادر جرجانی (م: ۴۷۱ یا ۴۷۲ھ) کی ”دلانل الإعجاز“ اور ”أسرار البلاغة“ منظر عام پر آنے کے بعد علمی پہلو سے ان دونوں کتابوں کے سابقہ ایڈیشن ناقابلِ اعتبار ٹھہرتے ہیں۔ اسی طرح قزاز (م: ۱۴۱۳ھ) کی کتاب ”ما یجوز للشاعر فی الضرورة“ دوبار پہلے تیونس میں اور پھر اسکندریہ میں طبع ہوئی ہے، لیکن قاہرہ سے جو تیسرا طبع آیا تو اس نے پہلے دو گرا دیا ہے۔ انہی وجوہ کی بنا پر ہمارے ہاں اگر طالب علم علمی تحقیق کے ساتھ شائع شدہ طبعات پر اعتماد نہ کرے تو اس سے باز پرس کی جاتی ہے۔

۸:- علمی دیانت اور نص کا احترام

یہ ایک اہم قضیہ ہے جس کی بنا پر ہم بہت مشقت اٹھا رہے ہیں۔ ہمیں ایسی تحقیقات سے سابقہ پڑتا ہے، جن کے ناشرین نے قلم کی باگ چھوڑ رکھی ہے، وہ نص میں من مانا تصرف کرتے ہوئے جیسے چاہیں تقدیم و تاخیر اور اضافہ و حذف کرتے ہیں۔ بعض تو اس حد تک تجاوز کر گئے ہیں کہ نہایت بودے دلائل کو بنیاد بنا کر کتاب کا نام ہی بدل ڈالا، پھر اسی کتاب کو دوسرے نام سے چھاپ دیا۔ میں ایسے ناشر کو محقق نہیں کہتا، یہ علم کی بجائے تجارتی نفع کا خواہشمند ہے، تحقیق سے اسے کوئی سروکار نہیں، فہامی اللہ المشتکی!

مثلاً: دامغانی (م: ۴۷۸ھ) کی کتاب ”الوجوه والنظائر فی القرآن الکریم“ کو عبدالعزیز سید الاہل نے چھاپا ہے، جس میں بہت سے ایسے اضافات ہیں جو اصل کتاب میں نہیں، مؤلف کی ترتیب کو بدل کر کتاب کا نام ”إصلاح الوجوه والنظائر فی القرآن الکریم“ رکھ دیا ہے، چد جائے کہ اس کی نسبت میں وہم ہو، یہ ایک ناقابلِ اعتبار طبع ہے جسے وقعت نہیں دی جاسکتی۔

شیخ عرفان بن سلیم عشا حسونہ نے ”تہذیب معانی القرآن وإعراہہ“ چھاپی اور مقدمے میں لکھا: ”مجھے خیال آیا کہ میں اس کتاب سے زجاج کی ذکر کی گئی چیزیں حذف کر دوں، تاکہ کتاب عیب دار عبارات سے خالی ہو جائے“۔ سبحان اللہ! کیا کہنے! یہ ناشر صاحب زجاج کی ترتیب پر معترض ہیں اور اس میں تبدیلی و حذف اس لیے چاہتے ہیں کہ اس کے دل میں یہ ”خیال“ آیا ہے، انہیں کیا خبر کہ علمی دیانت اور تحقیق کا تقاضا یہ ہے کہ کتاب کو

مصنف کی ترتیب کے مطابق جوں کا توں پیش کیا جائے۔

ایک اور عجیب و غریب مثال ملاحظہ ہو: کرمائی (م: ۵۰۵ھ) کی کتاب ”البرهان فی متشابه القرآن لما فیہ من الحجۃ والبیان“ کو عبد القادر احمد عطانے تین بار نہایت گھٹیا انداز میں چھاپا ہے، پہلی بار اس کا نام ”اسرار التکرار فی القرآن“ تھا، اور ناشر کا کہنا تھا کہ سہولت کی بنا پر اس نام کی جانب اس کا میلان ہوا ہے اور اس نے مؤلف کا رکھا ہوا نام اس لیے ترک کر دیا ہے کہ لوگ متشابہ کے معنی سے ناواقف ہیں، یہ طبع تیونس کا تھا، پھر انہی عیوب کے ساتھ دوبارہ ”البرهان فی توجیہ متشابه القرآن لما فیہ من الحجۃ والبیان“ کے نام سے دوسرا ایڈیشن شائع کیا، اور مؤلف کے رکھے ہوئے نام میں لفظ ”توجیہ“ کا اضافہ کیا، یہ بیرونی طبع تھا۔ تیسری بار مصر میں چھاپا تو نام نائل پر عنوان یوں تھا: ”اسرار التکرار فی القرآن المسمی البرهان فی توجیہ متشابه القرآن لما فیہ من الحجۃ والبیان“۔ بخدا! یہ علم نہیں تجارت ہے اور اس غلط بیان ناشر نے اسی انداز سے کئی اور کتابیں بھی شائع کی ہیں۔ اللہ اس سے درگزر کرے، اس نے علم اور اہل علم کے ساتھ برا سلوک کیا۔

بہر کیف، یہ ایک مشکل منہج ہے جس میں محقق کو بہت سے مصادر کی جانب مراجعت کرنا پڑتی ہے، جو بعض اوقات اس کی دسترس میں بھی نہیں ہوتے۔ ہم نے اپنے طلبہ کو اعلیٰ تعلیم میں اسی منہج کا پابند کیا ہے، تاکہ وہ تحقیق پر قادر اور ہر باب کے مصادر سے آگاہ ہو کر نکلیں، وہ وسیع آفاق کے حامل ہوں، علمی تر کے میں جدید کی اتباع کریں، ان کے اور جدیدیات کے درمیان اس ربط سے تحقیق کی پختگی اور اس پر قدرت میں گہرا اثر ہوتا ہے۔

تحقیق کوئی آسان کام نہیں، جیسے نادان لوگ اس کا تصور پیش کرتے ہیں، بلکہ یہ ایک مشکل اور تھکا دینے والا عمل ہے، اپنی قابل قدر علمی میراث کے احیاء کی حرص ہی ہے جس نے ہمیں ان مشکلات پر غالب کر رکھا ہے۔
فالحمد لله الذی هدانا لهذا، و ما كنا لنهتدی لولا ان هدانا الله!

ہمارے نزدیک یہ ایک بہترین منہج ہے، جس میں ہم نے بہت سی صعوبتوں کا سامنا کیا، بہتیرے دشمن مقابلے میں آئے، لیکن الحمد للہ! تیس سال کے طویل عرصے سے ہم اسے پھیلانے میں کامیاب ہیں اور صرف عراق میں ہی نہیں، بلکہ تیونس میں اور الجزائر میں جہاں باتنہ، قسطنطینہ اور عاصمہ میں تین ادارے کھل چکے ہیں اور ان کا نگران (سلف کے) علمی تر کے کا شیدائی ہمارا ہی ایک طالب علم ہے۔ آج ہم اس پر امن شہر میں ہیں جس کے باسی خوش و خرم ہیں۔ امید ہے کہ ہم اپنے طلبہ و طالبات کو اس میراث کے احیاء کے لیے تیار کرنے میں کامیاب رہیں گے، جو ہماری گردنوں پر ایک امانت ہے۔ واللہ الموفق!

☆☆☆